

اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے مقرر کردہ

ذبیحہ حلال ہے

تالیف

علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ

تقدیم

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرہ

محتض

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : ذبیحہ حلال ہے

مؤلف : علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ

محتض : حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تقدیم : حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرہ

سن اشاعت : رجب ۱۴۲۹ھ - جولائی ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت : ۲۸۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ
اجمعین

اسلام کے نام پر مسلمانوں میں غلط عقائد کا رواج، فاسد نظریات کا پرچار تو قدیم سے جاری ہے مگر سرزمین ہندوپاک میں ایک مخصوص گروہ ایک لمبے عرصے سے اہل حق کے بعض معمولات کو شرک بتانے اور بعض کو بدعت قرار دینے میں مصروف عمل ہے، اور حلال کو حرام قرار دینا ان کا شوق ہے۔ اُن میں سے ایک مسئلہ اس جانور کا بھی ہے کہ جسے لوگ کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے خریدتے یا پالتے ہیں اور وہ گروہ اس جانور کو حرام قرار دیتا ہے اور قرآن کریم کی آیت ﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ﴾ کی غلط تفسیر و تشریح کر کے اسے تحریم کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے اس کے جواب میں علماءِ حق کے متعدد تصانیف موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے تقدیم میں اور میں نے حواشی میں کیا ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ ”ذبیحہ حلال ہے“ کے نام سے ایک عرصہ قبل لاہور سے شائع ہوا جس میں ایک تقدیم اور دو فتاویٰ اور علامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ حواشی تھے، جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت میں ان میں صرف ایک فتویٰ بمعہ تقدیم و حواشی اور مزید چند حواشی کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنادے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

تقدیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم
و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے، پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے، غیر مقلدین اور دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہو گیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ علماء اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتا ہے اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے حرام قرار دیا جائے۔
اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیش نظر ہیں جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے:

- ۱۔ سُبُلُ الْأَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْأَوْلِيَاءِ (۱۳۱۲ھ) تصنیف امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ نورانی بکڈ پو، جمشید پور، انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)
- ۲۔ قلمی فتویٰ: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری
اس کا مختصر سا تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۳۔ اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللَّهِ فِي بَيَانِ مَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ از حضرت مہرولایت پیر سید مہر علی شاہ گوڑوی، شائع کردہ آستانہ عالیہ گوڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

۴۔ تَصْرِیحُ الْمَقَالِ فِي حَلِّ أَمْرِ الْإِهْلَالِ از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، اجمیری کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۸ء) (۱)

مخالفین اپنی تائید میں ”تفسیر عزیزی“ کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ ﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند امور قابل توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ (۲)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کیا ہے:

وآنچه آواز بلند کرده شود در ذبح دے بغیر خدا (۳)

اور وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔

اسی طرح سورہ مائدہ آیت ۳ اور سورہ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کردی گئی ہو تو وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا

۱۔ ان چار رسائل کے علاوہ احقر کے دادا استاد مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبدالنعمی علیہ الرحمہ کا اسی موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ ”ذَوَالِ الْإِسْتِثْنَاءِ فِي مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ“ المعروف ”تفسیر مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ“ کے نام سے ہے جو حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا غلام محمد نعمی علیہ الرحمہ نے ۱۹۸۷ء میں مکتبہ مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی سے شائع کیا۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۔ البقرہ: ۱۷۳/۲

۳۔ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن

ہی نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب تفسیر مجتہدی معروف بہ تفسیر رؤفی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ (۴)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق و صداقت کو چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:

شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف والحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف برسبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کر دی گئیں۔ (۱) قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین، (۲) جنتہ العالیہ فی مناقب المعاونیہ، (۳) البلاغ المبین، (۴) تحفۃ الموحّدین، (۵) اشارۃ مستمرّہ، (۶) قول سدید۔ شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفۃ انشاء عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے برأت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔ (۵)

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند اور مصدقہ سوانح حیات ہے عرصہ دراز تک اسے پردہ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا

۴۔ انہوں نے اپنا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا ہے: رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین

بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی۔ تفسیر رؤفی، ج ۱ ص ۴

۵۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۵، ۳۶

کر پیش کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے، یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔ (۶)

اب اصل مطلب کی طرف آئیے، شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾

اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کے معنی میں مفسدوں کے بہکانے میں شک پڑتا ہے، سو ہم یہاں اس کی تفصیل احقاق الحق (کتاب کا نام ۱۲ قن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے ”جلالین“، ”تفسیر حسینی“، ”تفسیر بیضاوی“، ”کشاف“، ”مدارک“، ”تفسیر جامع البیان“، ”تفسیر دُرّ منثور“، ”معالم التنزیل“ اور ”تفسیر احمدی“ کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں، ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

”جاننا چاہئے کہ ”تفسیر فتح العزیز“ میں کسی عدو دشمن نے الحاق کر دیا

ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو یُسَمُّ اللہُ اللہُ اکْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال

کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے۔ خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے، اور ان کے مُرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ”فوز الکبیر فی اصول التفسیر“ میں ﴿مَا أَهْلٌ﴾ کا معنی مَا ذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔ بعض نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے، واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (۷)

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۳) غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ”تفسیر عزیزی“ اور ”فتاویٰ عزیزی“ کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ”تَصْوِیْحُ الْمَقَالِ فِي حَلِّ أَمْرِ الْإِهْلَالِ“ سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ”تفسیر عزیزی“ میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس

۷۔ رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ، تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) ج ۱ ص ۱۳۹،

نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں ہے اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں

موجود ہے۔ ۱۲ اشرف

نوٹ دیگر: اور تفسیر رؤفی کی نقل جمعیت اشاعت الہ سنت کی لاہوری میں موجود ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعمی

کے متعلق محدث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے، جب کوئی بزرگ کمال ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت کرنے والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطہ فیض بنا لے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلل تام کرے۔ (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یاد رکھنا نشست و برخاست او، یا برگور و سجود و تذلل تام نہ نماید تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔ (۸) یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ شامی فرماتے ہیں:

الْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوعِ وَ التَّذَلُّلِ (۹)

خضوع اور تذلل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہل سنت و جماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا روئے سخن اُس گروہ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سد و وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے، پھر اسی نیت کے تحت شیخ سد و وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو

۸۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ (لال کنواں دہلی)، ص ۱۲۷

۹۔ ابن عابدین شامی، علامہ، رد المحتار (مصطفی البابی، مصر)، ج ۲، ص ۲۵۷

حرام قرار دیا ہے حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔ شاہ صاحب نے ”تفسیر عزیزی“ میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں:

پہلی دلیل: یہ حدیث ہے: مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ، معلون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

دوسری دلیل: دوسری دلیل عقلی ہے، اس میں یہ تصریح ہے ”و جان ایس جانور ازاں غیر قرار دادہ کشتہ اند“ اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے، اس عبارت میں دو باتیں ہیں: (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی، (۲) اس کو ذبح کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے حُبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: ”تفسیر نیشاپوری“ کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کے نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہوتا ہے اور یہی تمام اُمت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ﴿أَهْلًا﴾ کا ترجمہ اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ بقرہ میں ﴿وَمَا أَهْلًا بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ میں ﴿بِهِ﴾، ﴿لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ سے پہلے ہے جب کہ سورۃ مائدہ،

انعام اور نحل میں ﴿لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ پہلے ہے اور ﴿بِهِ﴾ مؤخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ باءِ فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باءِ فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باءِ اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ۔ (۱۰)

لہذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر ﴿أَهْلًا﴾ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورہ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ ﴿أَهْلًا﴾ ہی کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک ﴿لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ذبیح کی حلت اور حرمت کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے،

اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور

دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ (۱۱)

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں کہا اگر محض تشبیر اور نذر لایا غیر اللہ موجب حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دار و مدار ہے۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا، یاد رہے کہ

۱۰۔ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، البقرہ، ص ۶۱۱

۱۱۔ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱ ص ۲۱

یہ گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی ہیں، اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجتہد دی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

حاجت برآری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مردوج ہے، اکثر فقہاء اس حقیقت تک نہیں پہنچتے، اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے، اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت اُمّ سعد وغیرہ کا حال ”صحیحین“ میں وارد ہے، پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے، اور ولی کا ذکر عمل مندور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے۔ ۱۲ ق ن) نہ کہ مصرف بیان کرنے کے لئے، نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے مستلین ہوتے ہیں مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر بھائی وغیرہ، بلا شبہ نذر ماننے والوں کو مقصد یہی ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد تک پہنچا دے گا، لیکن یہ عقیدہ

الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔ (۱۲)

چشم انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روح پر فُتوح کو پہنچایا جائے گا، اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہو جائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہو جائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب ”نور الانوار“ کے مُصَنِّف حضرت ملا جیون آیت مبارکہ ﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

وَمِنْ هَهُنَا عَلِمَ أَنَّ الْبَقْرَةَ الْمَنْذُورَةَ لِلْأَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِي زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ (۱۳)

یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کر دیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے تھے تاکہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے، ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور پر ﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ﴾ میں داخل ہوں گے اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

۱۲۔ عبدالعزیز محمد ثدلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی)، جلد ۱ ص ۱۲۱، ۱۲۲

۱۳۔ ملا جیون، علامہ، تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیوبند)، ص ۴۲

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (۱۴)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

علامہ ابوالسعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔ (۱۵)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے مختص کر دیا ہوا نہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذر غُرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

علامہ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ

۱۳ جون ۱۹۹۰ء کو بردار محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹ اگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریز روکرایا، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی اور دارالعلوم نعیمیہ، کراچی کے علماء نے پُر تپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پُر خلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایا نہیں جا

سکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ، شاہراہ قائدین، کراچی سے ملاقات ہوئی، دوران گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آگیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دارالعلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا، فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ اولیاء کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے، علامۃ الہند نے فرمایا: مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا، حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا موقف تحریر فرمادیں، اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرض وجود میں آیا۔

عبدالشاہد خان شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَبِغٍ لِلَّهِ﴾ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہو جائیں، مولانا (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون بھی لکھا تھا جو ضائع ہو گیا، اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقع نہ دیا۔ (۱۶)

لازمی بات ہے اس متاع گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمان ایڈیٹر ماہنامہ تجلّی، دیوبند بغرض اشاعت لے گئے لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود

احمد برکاتی (کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کر دی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا گیا تھا فوٹو کاپی بھی صاف نہ تھی اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے ”سبب الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء“، موضوع کی مناسبت کے پیش نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں (۱۷)، رضا اکیڈمی کے اراکین اور معاونین اس علمی پیش کش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں، مقام صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی، لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا اثرات کا اظہار کیا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

قادری نقشبندی (۱۸)

۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء

۱۷۔ لیکن جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے ۱۷۱ نمبر پر شائع کر رہی ہے، اور اس دونوں فتاویٰ میں سے صرف ایک فتویٰ، جسے مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ نے تحریر کیا، نئے سرے سے کتابت کرا کر شائع کر رہی ہے، کیونکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا فتویٰ ”فتاویٰ رضویہ“ میں موجود ہے اس لئے اس سے استفادہ آسان ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۱۸۔ یاد رہے کہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی اہلسنت کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، آپ نے اپنی زندگی علم دین کی خدمت میں گزاری، ساری زندگی پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے صرف کی، بعد میں آنے والوں کے لئے شاگردوں اور گرانقدر تصنیفات، تالیفات اور حواشی و تعلیقات وغیرہ کی صورت میں عظیم سرمایہ چھوڑ گئے، حضرت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ کو اس فانی جہان سے کوچ فرما گئے،

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

فتویٰ

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلّم علی رسولہ الکریم و علی الہ

و اصحابہ اجمعین

الجواب هو الموفق للصواب

جب کہ ذبح کے وقت نام خدا ذکر کر دیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو ذبیحہ کی حلت و حرمت کا مدار نیت اور نذر پر نہیں بلکہ ”رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ“ (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ہے) باستثناء ایک خاص صورت کے جس کا ذکر آئے گا اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا تو حلال ورنہ حرام۔

اہلال کے معنی تمام تقاسیر میں یہی لکھے ہیں ”رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ“ (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا) لغت کی تمام کتابیں اس کی تائید میں ہیں۔ خود حُرْمِین ذبیحہ حلال کو بھی اس کا اعتراف ہے، (۱) پھر خواہ مخواہ نیت و نذر کی بحث کو دخل دے کر محض اپنے قیاس و رائے سے اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پر ذبح کے وقت نام خدا ذکر کر دیا گیا، سراسر نا انصافی و کج بحثی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت ”قول“ کا اعتبار کیا ہے یا ایسے ”فعل“ کا جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے، نیت و نذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت کے بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی، ”شامی“ و ”عالمگیری“ میں ہے:

۱۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے بھی اس کے معترف ہیں ۲۔ محمد عطاء اللہ نعیمی

وَلَوْ سَمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی لَكِنَّهُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ
الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا تُؤْكَلُ إِلَّا إِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ
الَّذِي هُوَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (۲)

(ترجمہ) اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنا گیا لیکن اُس نے لفظ ”اللہ“ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے، مگر جب کہ وہ یہ تصریح کر دے کہ بنام اس خدا کے جو تین خداؤں میں سے ایک ہے تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

دیکھئے! نیت کس قدر مشرکانہ ہے؟ کہ لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا، باوصف اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ دے رہے ہیں، شیخ سعدی و کے بکرے اور کبیرا ولیاء کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا اور وہی اس سے مراد بھی ہے، پس یہ صورت جو ”شامی“ و ”عالمگیری“ میں ذکر کی گئی ہے اس سے زیادہ تیز ہے کہ یہاں عین ذبح کے وقت لفظ (اللہ) سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے، جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ کیونکر حلال نہ ہوگا؟ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

اب اس سے بڑھ کر تصریح سنئے، ”فتاویٰ عالمگیری“ جلد نمبر ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمُجُوسِيِّ لَبَيْتِ نَارِهِمْ أَوْ الْكَافِرِ لِأَلِهَتِهِمْ
تُؤْكَلُ لِأَنَّهُ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰی، كَذَا فِي ”التَّائِيْدِ الْخَانِيَّةِ“ نَاقِلًا عَنْ
”جَامِعِ الْفَتَاوَى“ (۳)

(ترجمہ) مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے ذبح کی تو وہ حلال ہے، کھالی

۲۔ الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور) جلد ۵ ص ۲۸۵

۳۔ الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور)، جلد ۵ ص ۲۸۶

جائے گی کیونکہ مسلمان نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہے،
ایسا ہی ”تاتارخانیہ“ میں ”جامع الفتاویٰ“ سے منقول ہے۔

دیکھئے! آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے ذبح کی جا رہی ہے، باوصف اس کے فقہاء کرام اس کی حلت کا فتویٰ محض اس بنا پر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر دیا گیا، یہاں مسلمان محض آلہ کار ہے، اصل نیت و نذر کافروں کی ہے جن کو وہ اپنی جانب سے تبدیل بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ بکری کسی کی اور نیت و نذر دوسرے کی، جب ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے، محض اللہ کا نام عند الذبح لینے سے فقہاء کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے بدایہء معلوم ہوا کہ وہ حلت ذبیحہ کے بارے عند الذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں اور نیت و نذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوق قرآن کریم کے پابند ہیں اور اس سے محض وہی ذبیحہ حرام ہے جس میں غیر اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ لیا گیا ہو، نیت و نذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو فقہاء کرام اپنی جانب سے محض قیاس اور رائے کی بنا پر نیت و نذر کا اضافہ کر کے ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کر سکتے ہیں؟ وہ منطوق قرآن سے ہر متوجہ و نہیں کرنا چاہتے۔

اسی وجہ سے نیت و نذر اور تقرب غیر اللہ کی صورتوں کو لکھ کر جن میں عند الذبح اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ نیت و ارادہ کو حلت و حرمت ذبیحہ میں دخل نہیں عام علماء کرام کے نزدیک اس قدر طے شدہ ہے کہ اس پر امام رازی، ”تفسیر کبیر“ میں ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

الثَّالِثُ (أَيِ الْإِعْتِرَاضِ الثَّلَاثُ) أَنَّ النَّصْرَانِيَّ إِذَا سَمَّى اللَّهَ تَعَالَى إِنَّمَا يُرِيدُ بِهِ الْمَسِيحَ فَإِذَا كَانَتْ إِرَادَتُهُ لِذَلِكَ لَمْ

تَمْنَعُ حُلَّ ذَبِيحَتِهِ مَعَ أَنَّهُ يُهْلُ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَكَذَلِكَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ حُكْمُهُ إِذَا أَظْهَرَ مَا يُضْمِرُهُ عِنْدَ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِرَادَتِهِ الْمَسِيحَ وَالْجَوَابُ عَنْهُ أَنَّا إِنَّمَا كُفِّلْنَا بِالظَّاهِرِ لَا بِالْبَاطِنِ فَإِذَا ذَبَحَهُ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَجَبَ أَنْ يَحِلَّ وَلَا سَبِيلَ لَنَا إِلَى الْبَاطِنِ (۴)

(ترجمہ) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مسیح علیہ السلام کا ارادہ کرے اور نیت و ارادہ ذبیحہ کے حلال ہونے میں خلل نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا ہے تو چاہئے کہ اس کا حکم بھی یہی ہو جب کہ دل کی بات ظاہر کر دے (اور صراحتہ مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ، پس جب کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب ہے کہ ذبیحہ حلال ہو اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلت و حرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر، بعض اکابر تابعین (۱) عطاء ابن ابی رباح، (۲) مکحول شامی، (۳) حسن بصری، (۴) عامر شعبی، (۵) افضل التابعین سعید ابن المسیب، تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں، ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کئے جائیں وہ کہتے ہیں ﴿مَا أَهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ سے ﴿ذَبَحَ عَلَى النَّصْبِ﴾ بتوں کے سامنے ذبح کرنا مراد ہے۔ پس جو ذبائح بتوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے صرف وہی حرام ہوں گے، باقی ہر ایک قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں، یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کر دے (حضرت مسیح کی نیت تو بجائے خود یہی) تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ ”تفسیر کبیر“ میں ہے:

مِنَ النَّاسِ مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ ذَبَائِحُ عَبْدَةِ الْاَوْثَانِ
الَّذِينَ كَانُوا يَذْبَحُونَ لَا وَثَانِهِمْ لَقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى
النُّصْبِ﴾ وَاجْزَوْا ذَبِيحَةَ النَّصْرَانِيِّ إِذَا سَمِيَ عَلَيْهَا بِاسْمِ
الْمَسِيحِ وَهُوَ مَذْهَبُ عَطَاءٍ وَ مَكْحُولٍ وَ الْحَسَنِ وَ الشَّعْبِيِّ
وَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ (۵)

(ترجمہ) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ سے
وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے حق تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصْبِ﴾ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو
بتوں پر چڑھائے گئے ہوں۔ (ان حضرات نے اپنے اسی خیال کی بناء
پر) نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا
جائے، یہ مذہب عطاء بن ابی رباح، مکحول، حسن بصری، شعبی، سعید بن
المسیب کا ہے۔

یہ حضرات ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح اس کے
برعکس عہد حاضر کے بعض علماء (جن میں یہ حضرات مفتیین بھی شامل ہیں) ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ
لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ سے متجاوز ہیں اور منطوق قرآنی سے انحراف کرنے والے ہیں، ان کے
مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کرام، ائمہ عظام امام مالک، امام
شافعی، امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام
کا نام ذکر کیا جائے تو ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کا مضداق ہوگا لہذا وہ یقیناً حرام ہے
اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾
کے افراد میں سے نہیں ہے اور جب اس کے افراد میں سے نہ ہو تو اس کے حلال ہونے
میں کیا شبہ ہے؟ اب خواہ نیت کچھ ہی ہو۔

قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے، اس پر سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں
نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار
دیتے ہیں، قرآن کریم نے ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کو حرام قرار دیا ہے، یہ حضرات بھی
اس کو حرام سمجھتے ہیں، اس ارشاد کو حق تعالیٰ کیسے دوسرے ارشاد ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى
النُّصْبِ﴾ پر حمل کر کے اس کی حلت کا فتویٰ نہیں دیتے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے،
اور جب کہ قرآن سے (بتوں کے پاس ذبائح کے سوا) صرف ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ
اللَّهِ﴾ کی حرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ کو
اندرونی نیت و نذر غیر اللہ و نامزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے، جیسا
کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔ ”تفسیر کبیر“ میں تحت آیہ ﴿مَا أَهْلٌ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾ ہے:

وَقَالَ مَالِكٌ وَ الشَّافِعِيُّ وَ أَبُو حَنِيفَةَ وَ أَصْحَابُهُ: لَا يَحِلُّ
ذَلِكَ وَ الْحُحَّةُ فِيهِ أَنَّهُمْ إِذَا ذَبَحُوا عَلَى اسْمِ الْمَسِيحِ فَقَدْ
أَهْلَوْا بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ فَوَجَبَ أَنْ يَحْرُمَ (۶)

(ترجمہ) ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام ابو حنیفہ
کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ مفروضہ (یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام
ذکر کرے) حلال نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو
انہوں نے غیر اللہ کا اہلال (یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر) کر دیا، اس لئے
ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جائے، ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و
فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت کا مدار ذکر و عدم ذکر پر ہے نہ کہ کسی
دوسری شے پر خواہ وہ نذر ہو یا نامزدگی۔ (۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہے۔ ”تفسیر کبیر“ میں ہے:

رَوَى عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْيَهُودَ وَ النَّصَارَى يُهْلُونَ لِغَيْرِ اللَّهِ فَلَا تَأْكُلُوا وَإِذَا لَمْ تَسْمَعُوهُمْ فَكُلُوا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَحَلَّ ذَبَائِحَهُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا يَقُولُونَ (۸)

(ترجمہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سن لو کہ وہ غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور جب کہ نہ سُنو تو کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبح کو حلال قرار دیا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلال کے لغوی اور اصلی معنی ”رَفَعَ الصَّوْتِ“ کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اہلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتیٰ کہ امام بخاری نے اپنی ”صحیح“ کی جلد اول کتاب الحج میں ارشاد فرمایا:

أَهْلَالُ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ وَ اسْتَهْلَ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَ مَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ هُوَ مِنْ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ (۹)

قاموس جلد ۴ میں ہے:

اسْتَهْلَ الصَّبِيُّ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْبُكَاءِ كَأَهْلٍ (۱۰)

۸۔ فتاویٰ عزیزی، بیان گامسید احمد کبیر (مطبع مجتہبی، دہلی) جلد ۱ ص ۲۳

۹۔ بخاری شریف عربی (مجتہبی دہلی)، جلد اول، ص ۳۱۱

۱۰۔ القاموس المحیط، باب اللام، فصل الباء (مطبعة مصطفى البانی، مصر)، جلد ۴ ص ۷۱

”منتہی الادب“ میں ہے:

أَهْلَالُ بَرَأْدِنَ مَا هُوَ بَأَوَازِ غَرِيصَتِنِ كُودُكِ وَ بَرَأَشْتِنِ تَلْبِيَةِ جِزْآلِ آوَاظِ
رَأَوْ مِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿مَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ﴾، أَيْ نُودِيَ عَلَيْهِ
لِغَيْرِ اسْمِ اللَّهِ (۱۱)

ان تصریحات میں اندرونی نیت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے؟ اسی وجہ سے تمام تفاسیر قدیمہ میں جن پر اعتماد ہے لفظ ”اہلال“ کی تشریح بالاتفاق ”رَفَعَ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللَّهِ“ کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک کو ہے لیکن باوصف اس کے وہ ”اہلال“ کی بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم میں بجائے نیت، لفظ ”اہلال“ وارد ہونے کے متعلق اپنے ”فتاویٰ“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَا وَقَعَ فِي الْبَيْضَاوِيِّ وَ غَيْرِهِ مِنَ التَّفَاسِيرِ إِنَّهُمْ قَالُوا ﴿وَمَا أَهَلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ أَيْ مَا رَفَعَ الصَّوْتُ بِهِ عِنْدَ ذَبْحِهِ لِلصَّغْنِ فَمَبْنِيٌّ عَلَى مَا جَرَتْ عَادَةُ الْمُشْرِكِينَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ كَانُوا مُخْلِصِينَ فِي الْكُفْرِ وَ كَانُوا إِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بَهِيمَةٍ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ ذَكَرُوا عَلَيْهَا عِنْدَ الذَّبْحِ اسْمَ ذَلِكَ الْغَيْرِ بِخِلَافِ مُشْرِكِي الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُمْ يَخْلِطُونَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَ الْإِسْلَامِ فَيَقْصِدُونَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ إِلَى غَيْرِ اللَّهِ وَ يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا وَ قَتَلَ الذَّبْحَ فَلَاوَلَّ كُفْرٌ صُورَتُهُ صُورَةُ الْإِسْلَامِ وَ مَا كَانُوا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ لَا طَرِيقَ لِلذَّبْحِ إِلَّا هَذَا سَوَاءٌ كَانَ لِلَّهِ أَوْ لِغَيْرِ اللَّهِ (۱۲)

۱۱۔ منتہی الادب، باب الہاء، فصل اللام (مطبعة اسلامیہ، لاہور) جلد ۲ ص ۳۸۱

۱۲۔ فتاویٰ عزیزی، (مجتہبی دہلی)، ج ۱ ص ۳

مطلب یہ کہ کلام حق تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے کہ جس میں غیر اللہ کی نیت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ کہ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہ لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریق ذبح مخصوص ومخلصانہ تھا، ایسی کوئی صورت ہویدا (ظاہر) نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی اور زبان پر ذکر اللہ کا۔ ورنہ پھر لفظ عام ارشاد فرمادیا جاتا، حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم و بصیر کے نزدیک حاضر و غائب و ماضی و استقبال سب ایک ہے، وہ کسی زمانہ کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کر سکتا، اس نے جب قمار (جوائے) کی صورتیں ہویدا (ظاہر) ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم عام میں شامل ہیں، اسی طرح قیامت تک جتنی صورتیں پیدا ہوں گی وہ بھی اس مفہوم عام کے دائرہ سے نہیں نکلیں گی، قمار کہ اگر کسی مخصوص صورت پر حکم حرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں کہ النصوص تحمل علی ظواہرہا، اتباع الفاظ النص کی چاہئے، نہ یہ کہ کسی (مخترع) کے منشاء کے تابع، نص کو کر دیا جائے یوں ہو تو پھر ملحدین و زنادقہ کے تصرّفات کا باب کھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص میں ایک سبب یا منشاء قائم کر کے الفاظ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لفظ ”اہلال“ کے لغوی معنی (کہ اسی کا اعتبار ہے) سے سبب متجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک (کمزور) تاویلات سے ان کا دامن پاک رہا اور اس لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کئے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق کی، چنانچہ اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ میں لکھا:

اکثر مفسرین نے ”اہل“ کی تفسیر ذبح علی اسم غیر اللہ کی ہے، معلوم ہوا کہ وہی جانور مردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ، غیر اللہ کا نام لے کر

ذبح کیا ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ مطلق کہا جائے گا کہ حرام کا ایک فرد یہ بھی ہے، چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کر دی گئی، غایۃ مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسرے فرد سے ساکت رہے گی، سو اس میں کچھ ضرر نہیں جب کہ اور دلائل حرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغت عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں۔ (۱۳)

اُن کے ارشاد کا یہ جملہ ”ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغت عام ہے مطلق نامزد کر دینے میں“، خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے، تصریحات بالا سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ اہلال کے معنی لغت ہرگز مطلق نامزد کر دینے کے نہیں ہیں اور اگر یہ مسلم بھی ہو تو پھر دوسرا فرد بھی لغت آیت کے تحت میں آ گیا، اس سے سکوت کا کیا مطلب؟ جو حضرات کہ الفاظ نص سے تجاوز کر جاتے ہیں اُن کی قیاس آرائیاں بھی عجیب ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر (جو ہنوز ذبح بھی نہیں ہوئے اور اس وجہ سے اس کو ذبیحہ کہنا بھی مجاز ہے) اپنے ”فتاویٰ“ اور ”تفسیر“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہر گاہ این نجس دروے سرایت کرد، دیگر بذکر نام خدا احلال نمی شود، مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا مذبح شود حلال نمی گردند

اس تصریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے ذبیحہ کی حرمت پر (کہ جن میں نیت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کر دیا جائے) یہ شبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کر دینے کا بھی اثر ہونا چاہئے گو کہ نیت فاسد سہی تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ و خوک (کتے و خنزیر) کے ہو گیا جس طرح

انہیں نام خدا کا ذکر ان کی حلت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ، قبل ذبح حرمت کے حیثیت سے خوک و سگ (یعنی خنزیر اور کتے) کے افراد میں شامل ہو گیا، گو کہ اس کی صورت بکری یا گائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکل حرام سے بچنا قیامت ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (۱۴)

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا؟ اور اگر وارث کی لاعلمی پر یہ حلال ہو سکتا ہے تو پھر اندرونی نیت و نذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونے چاہئیں جن کی حرمت کا فتویٰ ان حضرات نے دیا ہے اور نیت و نذر کو کالعدم قرار دینا چاہئے جیسا کہ فقہاء کرام اور جمہور علماء نے کیا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

إِنَّ الْمَذَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ إِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ (۱۵)

جیسا کہ ”شامی“ و ”بحر الرائق“ وغیرہ میں مذکور ہے پہلی نیت (اگر اس کو داخل بھی ہے تو وہ) دوسری نیت سے منسوخ ہو سکتی ہے تو حضرت شاہ صاحب کی جس کی تجویز میں یہ ترمیم کرتے ہیں:

البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال

ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہو جائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا، اور ایک حلال بکرائیتوں کی گونا گوں تبدیل (تبدیلیوں) سے صدہا بار سگ و خنزیر ہو کر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے، دیکھئے! نص سے ادنیٰ تجاوز کرنے سے کیا کیا

۱۴۔ تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، ۲۲/۸

۱۵۔ رد المحتار، کتاب الذبائح (مطبع مصطفیٰ البابی، مصر) ۵/۲۱۷

بوالعجب صورتیں پیدا ہو رہی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نص کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کرتے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابل اعتبار نہیں اس کا قبل الذبح اشتہار بھی سودمند نہیں۔

البتہ اگر عند الذبح اس کا اظہار ہو جائے تو اس کا فقہاء کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار وہ نیت کو کالعدم ٹھہراتے ہیں، اور قبل الذبح تو اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے، دیکھئے یہ حکم کس قدر معقول و مؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی ہوتا ہے سگ و خنزیر نہیں بنتا، نہ خیالات کی تبدیلی سے جون بدلتا ہے، جو کچھ اس کا حلت و حرمت ہوگی وہ ذبح کے وقت ہوگی، پس وہ حلت و حرمت کا مدار عند الذبح پر رکھتے ہیں نہ کہ امر باطن پر اور اس میں جو غیر محدود و مصالح ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا، اور اس کے خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد و حصر و شمار سے خارج ہیں۔

فقہاء کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ ”مَذَارُ الْأَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ“ (احکام کا دار و مدار ظاہر پر ہے) البتہ ظاہر میں وسعت دیتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل، اُن کے نزدیک ذبیحہ حرام کی کل دو صورتیں ہیں اور جن کی تصریح نص قرآنی میں آچکی ہے۔

اول: ﴿مَا أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ﴾

ثانی: ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾، یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا

جاوے۔

پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری میں فعل، یعنی ایسا فعل جو اپنی ہیئۃ کذاۓ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہو، اس صورت میں فقہاء نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بتوں کے سامنے جانور ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی

جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے، پس جب کہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آ گیا تو اب دل میں اللہ کے لئے عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتیٰ کہ زبان تک سے اللہ کا نام لینا اس منظر شنیع کا کیا تذکرہ کر سکتا ہے؟ وحدہ لا شریک لہ کہ انہوں نے اپنے فعل و کردار سے تو بین کردی، محض نیت و ذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہو سکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بُت سے بھی پست کرنا ہے کہ فعل کا (جو ظاہر و محسوس ہے) تعلق بُت کے ساتھ اور اندرونی نیت و محض زبانی جمع خرچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، یہ بات کسی طرح شایانِ شانِ معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حرام قرار پائے گا، جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پورے اطلاق کے ساتھ وارد ہو گئی ہے، ایسا منظر جہاں متحقق ہوگا فقہاء کرام حُرمت ذبیحہ کا حکم صادر فرمادیں گے اور اُسی پورے اطلاق کے ساتھ کہ جس طرح نص میں ہے۔

﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ عام ہے اس سے کہ اس پر نام خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکم نص قرآنی میں یہ ہے کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی ایسی ذبیحہ حرام ہے۔

فقہاء کرام بھی نص کی اتباع کرتے ہوئے اسی کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نام خدا بھی اگر ذکر کر دیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیش نظر ہو جاوے جو ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کا صحیح مُصدّق ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک صنم (بُت) کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم و پرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جائے وہ ان کے

نزدیک صنم و نُصُب کا مُصدّق ہے خواہ وہ کوئی ہو، کوئی بادشاہ (۱۶) و امیر ہو یا کوئی قبر ہو، وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے، بناءً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائِح حرام ہیں جو قبور کے سامنے ذبح کئے جاویں (۱۷)، نہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندرونی نیت فاسد ہے، یا فاسد نیت کا پہلے اشتہار ہوا بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بدایۃً تعظیمِ قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذُنْحِین (ذبح کرنے والوں) کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر کر دیں، تب بھی فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے، ذبیحہ کی حِلّت و حرمت میں اگر محض نیت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے، حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حُرمت کا فیصلہ کر رہی ہیں جیسا کہ ”در مختار“ وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ عند الذبائِح خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے پر بھی حرام ہی ہوگا، اندرونی نیت تو بجائے خود رہی، خود محرّمین ذبیحہ حلال (۱۸) بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگرچہ نیت، صالح اور نیک ہو اور خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

پس جب کہ نیت کا یہ حضرات بھی اعتبار نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو حِلّتِ حُرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ محض اپنے عقلی قیاس کی بنا پر نیت و نامزدگی کو دخل دے کر ذبیحہ حلال کو حرام گردانیں۔

۱۶۔ جہاں ان کی عبادت مروّج ہو یا جو قوم ان کی عبادت کرتی ہو اور اس میں معروف ہو۔ ۱۲

۱۷۔ بشرطیکہ وہاں علاقہ میں یا ذُنْحِین میں قبروں کی عبادت مروّج ہو ان صورتوں کے بغیر یہ فعل ظاہر منظر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بدایۃً متحقق ہو سکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ ذبح سے قبل تقسُّب لغير الله کے پائے جانے سے ارتداد متحقق ہو جاتا ہے۔ ۱۲ محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی

۱۸۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اصل یہ ہے کہ بعض افعال، بغیر لحاظِ نیت ایسے ہیں کہ ان کو شرعِ مطہر نے علامتِ تکذیب و انکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو جائے گا حکمِ انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا گو کہ دل میں حقیقتاً انکار و تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو، ”شرح عقائد النسخی“ میں ہے:

فَلَوْ حَصَلَ هَذَا الْمَعْنَى (أَيِ التَّصَدِيقِ الْقَلْبِيِّ) لِبَعْضِ الْكُفَّارِ كَانَ إِطْلَاقُ اسْمِ الْكَافِرِ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةٍ أَنَّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ أَمَارَاتِ التَّكْذِيبِ وَالْإِنْكَارِ كَمَا لَوْ فَرَضْنَا أَنَّ أَحَدًا صَدَّقَ بِجَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقْرَبَ بِهِ وَعَمِلَ بِهِ وَمَعَ ذَلِكَ شَدَّ الزُّنَارَ بِالِاخْتِيَارِ أَوْ سَجَدَ لِلصَّنَمِ بِالِاخْتِيَارِ نَجَعَلَهُ كَافِرًا لِمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ ذَلِكَ عَلَامَةً التَّكْذِيبِ وَالْإِنْكَارِ (۱۹)

(ترجمہ) اگر یہ ”ایمان“ قلبی تصدیق بعض کافروں کو حاصل ہو جائے تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہوگا کہ تکذیب و انکار کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں، مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے ان تمام امور کی تصدیق کی جو حضور اکرم ﷺ لائے ہیں اور ان کی تصدیق و اقرار کیا اور ان پر عامل بھی ہو اور باوصف اس کے اپنے اختیار سے زُنا ر باندھا اور بُت کو سجدہ کیا تو ہم اس کو کافر قرار دیں گے کیونکہ نبی ﷺ نے ان امور کو تکذیب و انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے! تصدیقِ قلبی اور نیتِ خالصہ صالحہ و اقرارِ لسان کوئی چیز ان میں سے اس کے مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جب کہ ایسا فعل وہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو انکار و تکذیب کی علامت ہے۔

اسی طرح عینِ قدومِ امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بدابہت اس کی غایتِ تعظیم کا منظر سامنے پیش کر دیتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے کسی رئیس کی آمد پر سلامی کی توپ داغنا، کہ اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ ہی پیش کی جائے کہ توپ چلانے سے مقصد کھیت گیدڑوں کا دفع کرنا تھا، اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید و کارآمد نہیں ہیں، اسی طرح قدومِ امیر کے وقت عند الذبح خدا کا نام لینا تک اُس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جب کہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو غایتِ تعظیمِ امیر پر دلالت کر رہا ہے، اسی منظرِ تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَوْ ذَبَحَ عِنْدَ قُدُومِ الْأَمِيرِ
يَهِيَ كَيْسَى لَمْ يَحْرَمِ
لَوْ ذَبَحَ لِلْأَمِيرِ

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شے ہے اور اس کے عینِ استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑ دھڑ جانوروں کو ذبح ہونا وہ منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے، اس وجہ سے فقہاء نے اس صورت کو ”مأذبح علی النصب“ کے افراد میں شمار کر کے علی الاطلاق حکمِ حرمت صادر فرمایا، یہاں سوالِ نیت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مد نظر فعل ہے۔

مُحْرَمِينَ ذَبَحَ حَلَالٌ (۲۰) کو یہ محسوس فعل نظر نہ آیا اور اس لئے انہوں نے حِلَّت و حرمتِ ذبیحہ کے بارے میں نیت و نامزدگی اختراع فرمائی اور اس بنا پر غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے، جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے، ہم کہتے ہیں یہاں آپ کی نیت صالح بھی مفید نہیں۔ صورتِ مسئلہ میں آپ کے زعم کے مطابق حِلَّتِ ذبیحہ میں نیت مؤثر تھی لیکن

یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے ورنہ صاف ارشاد فرمادیتے کہ ذبح علی القبور و ذبح عند قدوم الأمير کے وقت اگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تاثر مل کرے کہ یہاں فعل نے نیت و ذکر سب کو کالعدم کر دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا ہے کہ:

مدارِ حل و حرمت ذبیحہ بر قصد و نیت ذابح است

(ترجمہ) ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے۔

باوصف اس کے یہ آپ حضرات کی معصومیت ہے کہ ”در مختار“، ملفوظات حضرت مجتہد الف ثانی وغیرہ سے ایسی تصریحات قلمبند فرما گئے جو بجائے آپ کے، ارباب حق کو مفید ہو گئیں، جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اس وجہ سے ذبیحہ مسئلہ حلال ہے۔

نہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا

میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس کے علاوہ اس صورت مفروضہ پر غور کیجئے کہ ایک شخص نے خالصاً اللہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہواً غیر اللہ کا نام بلند آہنگی کے ساتھ نکل گیا، فرمایئے یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہو گئی جو حرّمین ذبیحہ حلال (۲۱) کے نزدیک مدارِ حلّت و حرمت تھی، دوسرے یہ کہ اہلال بمعنی نیت و نامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی رفع الصّوت رہ گیا جس کے فقہاء کرام اور ارباب حق قائل تھے، اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے ہو (دراں حالیہ آپ حضرات کے سوا تمام اُمت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ ﴿وَمَا أَهْلًا بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ کا مصداق ہے) تو پھر جس طرح ذبیحہ مسئلہ کو (جو حلال ہے) آپ نے حرام قرار دے دیا ہے اسی طرح ذبیحہ کو جو

مصدق آیت کریمہ حرام ہے حلال قرار دے لیجئے تاکہ یہ حلّت آپ کی حرمت کا کفارہ ہو جائے اور اگر آپ یہ ارشاد فرماویں کہ نیت صرف حرام کر سکتی ہے، حلّت میں اس کو دخل نہیں، تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ ”مدارِ حل و حرمت ذبیحہ قصد و نیت ذابح است“ اس قسم کی دشواریاں اُن کو پیش آتی ہیں جو جادہ حق سے منحرف ہو جاتے ہیں۔

فقہاء کرام اور ان کے متبعین ارباب حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں، ان کے نزدیک ہر دو آیت کریمہ ﴿وَمَا أَهْلًا بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ دونوں عام و مطلق ہیں، ان ہر دو آیت کے ماتحت انہوں نے مدار قول و فعل پر رکھا ہے جب نیت کا آیت میں ذکر نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیت کی مطابقت و عدم مطابقت کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اب صرف واقعہ کی صورت حال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں، اس قول و فعل کی تقسیم پر (کہ جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے) تمام خلفشار دُور ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام کی عبارات میں تناقض باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھا ہے، ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں باوصف اس کے اس ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو اور لفظ ”اللہ“ سے مراد مسیح ہو، ان کے نزدیک وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلہ کار ہو اور نیت و نذر کا فرکی جس کی تصریحات گزر چکی ہیں، یہ کیا تناقض و خلط و بحث ہے؟ لیکن اس میں نہ درحقیقت خلط و بحث ہے نہ تناقض۔ البتہ حرّمین ذبیحہ حلال نے ضرور خلط و بحث کیا ہے اور تناقض ان کے فہم کی بناء پر ہے نہ کہ واقع میں۔

فقہاء کرام فقہاء ہیں وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں، ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے، ذبح ذابح کا فعل ہے، ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عین قائم

بالذات ہے، ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلت و حرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کے لئے ذبح یا نذر اللہ یا غیر اللہ دوسری شے ہے۔

جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اسی کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حلت و حرمت یا اس کے اکل (کھانے) کی حلت و حرمت کو نظر انداز کر دیں گے، اسی طرح جب حلت و حرمت ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیش نظر صرف ذبیحہ ہوگا، فعل ذابح قلم انداز کر دیں گے، اس مقام پر عام طور پر الفاظ ”یؤکل“ اور ”لا یؤکل“ ذکر کرتے ہیں، تا کہ یہ ذہن نشین ہو جائے کہ یہاں مقصد اکل ذبیحہ اور عدم اکل ذبیحہ ہے، فعل ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے، یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلط مبحث نہیں کریں گے اور نہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے۔

ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے، ایک مسئلہ فقہ سے یہ بات ذہن نشین ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی شے غصب کر لی اور بجائے اس شے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کر دی تو فقہاء کرام یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ غاصب قیمت ادا کرنے کے بعد شے کا مالک ہو جائے گا ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں (۱) شے، (۲) قیمت شے، کا مالک نہیں ہو سکتا جب مَغْضُوبٌ مِنْهُ سے شے کی قیمت لے لی تو بالضرورة شے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی ملک میں آ جانا چاہئے، ورنہ پھر مَغْضُوبٌ مِنْهُ عوض و معوض عنہ دونوں کا مالک ہو جائے گا، اس صورت میں عوض، معوض رہے گا نہ قیمت، قیمت قرار پائے گی۔

ان کے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں، اُن کے نزدیک غصب بالکل ناجائز و حرام ہے لیکن جب کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کر لیا اور قیمت دے دی اور مَغْضُوبٌ مِنْهُ نے قیمت وصول کر لی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری

ہے، غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملک ناجائز نہیں ہو سکتا، غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شے کا وہ مالک ہو گیا جب کہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی، نکاح فاسد، فاسد و حرام ہے لیکن..... اولاد کا نسب صحیح و ثابت مانا جائے گا۔

نماز، دارِ مغضوبہ میں اگر پورے ارکان کا لحاظ کر کے ادا کی گئی ہے تو وہ صحیح و درست ہے، اس کی قضا واجب نہیں لیکن ملک غیر کو اتنے وقت تک بغیر اس کی اجازت کے اپنے تصرف میں رکھنا سراسر ناجائز ہے۔

پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال ہو، اسی طرح ذابح کا کفر و شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال طیب۔ ذبیحہ اہل کتاب کو عام فقہاء حلال کہتے ہیں اور اس سے شاید محض مین ذبیحہ حلال کو بھی انکار نہ ہوگا حالانکہ ذابح کا کفر ہے، پس ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔

یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح جب کہ ناجائز حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز و حرام ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ذبیحہ کی حرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرب غیر اللہ کی حرمت کی تصریحات بے دلیل بے تکیان نقل کرتے گئے ہیں حالانکہ ان افعال کو اگر با حق بھی ناجائز و حرام بلکہ شرک کہتے ہیں، یہ درحقیقت ان حضرات کی سادہ لوحی و فقدانِ تمیز ہے ورنہ ایسا کون ہے جو تقرب غیر اللہ کو جائز قرار دیتا ہو۔

لطف یہ کہ سوال ذبیحہ کی حلت و حرمت کے متعلق تھا اور یہ ذابح کے افعال کے متعلق جواب دے رہے ہیں، رسم افتاء سے بھی یہ حضرات ناواقف ہیں، ان کے نزدیک صحت افعال اور ان کی مقبولیت میں بھی فرق نہیں، ریاکاری کی نماز مقبول نہیں اس کو فقہاء و صوفیہ نے شرک خفی سے تعبیر کیا ہے، باوصف اس کے اگر ارکان پورے طور پر ادا کئے گئے ہیں تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں، فقہاء صحت نماز کا حکم دیں گے اور اس کو واجب الاعادہ نہ کہیں گے، رہی اُس کی نماز کی قبولیت وہ امر آخر ہے اس سے

جب سوال ہوگا تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ایسی نماز مقبول نہیں۔

پس فعل ذبح کے مقبول ہونا، یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا قابل اکل (۲۲) ہونا یا نہ ہونا شئی دیگر ہے، اسی طرح نیت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر، نیت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سنگ و ٹوک بنا دے، قبیح نیت سے افعال میں ضرور قبیح پیدا ہو جائے گا نہ یہ کہ حیوانات کے ”جون“ بدلنے میں اس کو دخل ہوگا۔

نیت کی اس تاثیر کو اگر باب حق مانتے ہیں لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں کہ یہ خلاف نص قرآنی ہے، مُحَرَّم ذبیحہ حلال کے طور پر تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہراً اور باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص بوجہ الکریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو گیا ذبح، ذابح اور ذبیحہ حسن و قبح و حرمت میں متلازم ہیں اس طور پر کہ ذبائح اہل کتاب و منافقین سب ناجائز ہوں گے، حالانکہ منافقین کے ذبائح عہد اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہل کتاب کے ذبائح کی حلت کا انکار مُحَرَّم ذبیحہ حلال کو بھی نہ ہوگا۔

اور جب یہاں تک تنزل اختیار کیا جاسکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ؟ جس میں تقرب لغیر اللہ کو شرک اور ایسے تقرب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ کافر ہے مرتد ہے (۲۳)، لیکن اس سے ذبیحہ کے اکل و عدم کا کوئی علم نہیں ہو اور نہ ان میں اس کی کوئی صراحت ہے۔

صرف فعل ذبح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، اب رہا مسئلہ اکل (۲۴)، اس کا جواب تشریح طلب ہوگا کہ غیر اللہ کا نام عند الذبح لیا گیا ہے تو حرام۔ اور

۲۲۔ یعنی کھانے کے قابل ہونا۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۳۔ اگر ذبح کرنے والا مرتد ہو تو اللہ کے نام سے ذبح کرے تب بھی ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ اس کا اہل

نہیں رہا۔ ۱۲ محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی

۲۴۔ یعنی، کھانے کا مسئلہ۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال۔ رہا ذابح کا ارتداد و کفر اور اس کے ذبح کی مقبولیت و مردودیت یہ امر آخر ہے، اس سے سوال قیامت میں ہو جائے گا۔

مختص را درون خانہ چہ کار

اس سے معلوم ہوا کہ منطق و فلسفہ سے جاہل ہونا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ شریعتِ حق سے واقفیت کمال ہے، اگر یہ کمال حاصل ہے تو اس قسم کی بد تمیزیاں ظاہر نہ ہوں گی لیکن اگر علمِ دین کی واقفیت نہیں ہے تو محض منطق و فلسفہ سے جاہل ہونا کیا کام دے سکتا ہے؟

یہ واضح رہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح و بُرا ہے، اسی طرح ذبیحہ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح ہے۔